ابتدائیہ

جب ہم اپنی صدیوں پر محیط تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں بہت کم کوئی ایسا مفکر شاعر نظر آتا ہے جس نے اپنی تمام فکری اور فنی توانائیوں کو صرف اور صرف دین اسلام کی تفسیر و تبلیغ کے لیے وقف کر دیا ہو اور جس کی تعلیمات کے نتیجے میں امت مسلمہ میں بیداری، ولولہ اور اپنی حفظ و بقا کا شعور پیدا ہوا ہو۔ علامہ اقبال کے افکار و نظریات کی بنیاد قرآن مجید پر ہے۔ وہ قرآن مجید کو ''زندہ کتاب'' کا نام دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک قرآن مجید کی حکمت ہر دور میں مسلمانوں کی زندگی کے لیے بہترین رہنما ہے۔ اسلام کے اصول و ضوابط قطعی اور ابدی ہیں۔ اقبال نے کہا کہ اگر آپ بحیثیت مسلمان زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے ضروری ہے کہ آپ احکام قرآنی کے مطابق زندگی بسر کریں۔

علامہ اقبال اسلام کو ایک زندہ اور نہایت متحرک دین یعنی ضابطہ حیات قرار دیتے ہیں۔ اس میں اجتہادی قوت ایک ایسی قوت ہے جو اسے ہر زمانے میں جدید تقاضوں سے ہم آہنگ ہونے کی صلاحیت عطا کرتی ہے۔ چنانچہ عصر حاصر کے جدید تقاضوں کے پیش نظر اقبال نے فرمایا: ''ہمارا فرض ہے کہ ماضی سے اپنا رشتہ منقطع کئے بغیر اسلام پر بحیثیت ایک نظام فکر ازسر نو غور کریں اور اسلامی تعلیمات کی تعبیر علم حاضر کے پیش نظر کرنے کی جرأت کریں۔ انہوں نے مزید کہا کہ زمانہ بدل رہا ہے، لیکن ہمارا قانون جہاں کھڑا تھا وہیں کھڑا ہے ہمارے اسلاف نے قانون سازی کی کوششیں قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس کے حوالوں سے اپنے زمانے اور اپنے ماحول کے مطابق کی تھیں۔ اس عمل کو اب بھی جاری رہنا چاہئے۔ اسلام اقبال کے نقطۂ نظر سے ملوکیت اور آمریت کے برعکس جمہوری نظام حیات ہے تا کہ فرد کی شخصیت کی نشو ونما عمل میں آسکے۔ اقبال اجتہاد کا حق چند مجتہدین کے ہاتھ میں دینے کے بجائے یہ حق مسلمانوں کے اجتماعی اداروں کو دیتے ہیں تا کہ انتشار ختم ہو۔

اقبال نے کہا: ''اس سے مذاہب اربعہ کے نمائندے جو سر دست فرداً فرداً اجتہاد کا

حق رکھتے ہیں اپنا یہ حق قانون ساز مجلس کو منتقل کر دیں گے۔ اس سے مختلف فرقوں میں ہم آہنگی پیدا ہوگی۔ علامہ اقبال کی تعلیمات میں ایک اہم بات اپنی تاریخ اور اس کی سیاسی، فکری اور دینی و عرفانی شخصیات ہیں۔ اقبال ان کی بازیافت کے لیے خود بھی کوشاں رہے اور ہمیں بھی اس کی ترغیب دی ہے۔ کوئی ملت ماضی سے اپنا تعلق منقطع کر کے مستقبل کی طرف نہیں بڑھ سکتی۔‘‘

حقیقت یہ ہے کہ اقبال اسلام کو مسلمان کا وطن، مسلمان کی زندگی اور مسلمان کا نصب العین قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک اسلام محض عقائدی مذہب نہیں، بلکہ یہ ایک ضابطہ حیات ہے جس کے مطابق ہم دنیا میں سربلند ہو کر زندگی بسر کر سکتے ہیں۔

اقبال کے نزدیک اسلامی تہذیب ہی انسانی شخصیت کو مستحکم کر سکتی ہے کیونکہ اسلامی تہذیب اعلیٰ اخلاق نصب العین پر مبنی ہے۔ اخلاق سے عاری تہذیب خواہ وہ مشرق سے ہو خواہ مغرب سے انسان کے لیے تباہ کن ہے۔ اس سے نہ فرد قائم رہ سکتا ہے اور نہ ہی کوئی ملت۔

جہاں تک مغربی علوم وفنون یعنی سائنس اور ٹیکنالوجی کا تعلق ہے تو علامہ اقبال اس کو مسلمانوں کی گمشدہ متاع قرار دیتے ہیں اور ہر جگہ ہمیں تلقین کرتے ہیں کہ ہم مغرب سے سائنس اور ٹیکنالوجی حاصل کریں تاکہ ہمارا معاشرہ جدید خطوط پر استوار ہو۔ کوئی تہذیب اپنی دفاعی طاقت اور اخلاقی طاقت کے بغیر مستحکم نہیں ہوسکتی۔ علامہ اقبال اسلام کو دو اصولوں سے تعبیر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ’’اسلام کا نظام دو ستونوں پر قائم ہے ایک آزادی اور دوسرا مساوات،‘‘ آزادی سے مراد ہے مسلمان اللہ کا بندہ بن کر اور اس کے احکام کی اطاعت کر کے ہر غیر طاقت سے آزاد ہو سکتا ہے۔

جبکہ مساوات سے مراد یہ ہے کہ معاشرے میں تمام لوگوں کو نشو ونما کے مساوی مواقع فراہم ہوں۔ سرمایہ دار غریب آدمی کا استحصال نہ کرے۔ اقبال کے نزدیک قرآن مجید کا اصل مفہوم ہی یہ ہے کہ معاشرے میں کوئی شخص کسی دوسرے شخص کا محتاج نہ رہے۔

علامہ اقبال کی شخصیت اور ان کے افکار کو عام کرنے کے لیے ...... عالمی رابطہ ادب اسلامی کے تحت، قافلہ ادب اسلامی کا خصوصی نمبر شائع کیا جا رہا ہے، جس میں حضرت علامہ کی شخصیت اور ان کے فکر پر متعدد مقالات شامل ہیں۔ ہمیں امید ہے، کہ یہ شمارہ قارئین کرام کے ہاں ضرور قبولیت حاصل کرے گا۔

(ادارہ)